QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں دیہی کرداروں کا تجزیاتی مطالعہ

ANALYTICAL STUDY OF RURAL CHARACTERS IN THE SHORT STORIES OF AHMAD NADEEM QASMI

صداقت علی عمرانی

پی ایچ ڈی اُردو سکالر، شعبہ اردو مسلم یوتھ یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر جاوید اقبال گُنجیال

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، (ایڈجنک فیکلٹی) مسلم یوتھ یونیورسٹی اسلام آباد

Abstruct:

This research article explores the nuanced and realistic depiction of rural characters in the short stories of Ahmad Nadeem Qasmi, one of the most prominent figures in Urdu literature. Deeply rooted in his own rural background, Qasmi's stories reflect the cultural, social, and emotional landscapes of village life in Pakistan. His rural characters—farmers, women, children, and laborers—are portrayed with psychological depth and human sensitivity. The article examines how Qasmi artistically captures the struggles, resilience, and moral strength of these characters while avoiding romanticization or overt idealism. Through linguistic authenticity, symbolic imagery, and social commentary, Qasmi's fiction stands as a powerful narrative of class conflict, silent resistance, and the emotional truths of rural existence. The study also highlights the roles of rural women, symbolic motifs like land and rain, and the language patterns used by the characters to present an authentic portrayal of rural society. Drawing on critical opinions and textual analysis, this article positions Qasmi as a literary voice of the rural consciousness in twentieth-century Urdu fiction.

Key Words:

Ahmad Nadeem Qasmi, Urdu fiction, Rural characters, Pakistani village life, Social realism, Symbolism in fiction, Rural women in Urdu literature, Class conflict, Psychological realism,

اردو ادب میں احمد ندیم قاسمی کا شمار ان ادیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے دیہی زندگی کو نہ صرف اپنی تحریروں کا موضوع بنایا بلکہ اس کی جزئیات کو فنی، نفسیاتی اور علامتی سطح پر اس خوبصورتی سے پیش کیا کہ وہ کردار قاری کے ذہن میں ایک زندہ حقیقت کی طرح جاگزیں ہو جاتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کا تعلق خود ایک دیہی ماحول سے رہا، جس کی وجہ سے ان کے افسانوں میں دیہات کی زندگی، اس کے مسائل، زبان، مزاج، ثقافت اور انسانی رشتوں کی حرارت پوری شدت کے ساتھ جھلکتی ہے۔ ان کا ادبی کینوس وسیع ہے، مگر افسانہ ان کی فکری اور جمالیاتی شناخت کا سب سے بھرپور مظہر ہے۔ ان کے افسانوں میں دیہی کردار محض کردار نہیں بلکہ دیہی سماج کی مکمل تصویر ہیں۔ انھوں نے اپنے افسانوں کی اساس گاؤں کے پس منظر میں انسانی زندگی کے ان المیوں پر رکھی ہے جن کا تعلق معاشی ناہمواریوں سے ہے۔ سید وقار عظیم ان کی دیہات نگاری کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "فطرت نے انھیں دیہاتی زندگی کا مصور اور ترجمان بنا کر بھیجا ہے۔ اور انھیں فطرت کے سونپے ہوئے کام اور منصب پر قائم رہنا چاہیے۔ یہیں آکر ان کا تخیل، ان کا شاعرانہ طرز اپنی پوری رعنائی اختیار کرتا ہے"۔
>
> (1)

احمد ندیم کے افسانوی کردار غریب، سادہ لوح، ملنسار، خوش اخلاق، مہمان نواز اور معصوم ہیں۔انھوں نے اپنے افسانوں میں زیادہ تر اس ماحول کی عکاسی کی ہے جس کی انھیں پوری واقفیت ہے اور جس سے ان کا براہ راست تعلق ہے۔ افسانہ نگار اس فضا میں سانس لینے والے زمینداروں، کسانوں، کھیت، کھلیانوں، ان کے کنوؤں اور چشموں اور جانوروں تک سے ایسی دلچسپی اور ہمدردی رکھتا ہے جو پریم چند کے علاوہ کسی اور کے یہاں نظر نہیں آتی۔یہی ان افسانوں کی کامیابی و کامرانی کا راز ہے اور حقیقت سے قریب تر ہونا ان کے گہرے مشاہدے کی دلیل ہے۔ ان کے افسانوں میں دیہات کے معصوم اور سادہ لوح لوگ اپنی غیر مصنوعی حرکات و سکنات کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ان میں اُپلے تھوپنے والی، کہیں کہیں بھیڑ بکریاں چرانے والے نوجوان بھی ہیں۔دیہاتی افراد کی محبت، رسم و رواج، قتل و غارت، توہم پرستی، تاریک اور کریہہ پہلوؤں کو بے نقاب کرنا ان کا مقصد حیات تھا۔'طلوع و غروب' میں لکھتے ہیں:

"میں نے پھٹے ہوئے ہونٹوں سے آہوں کے دھوئیں اٹھتے دیکھے ہیں۔ میں نے موت کی چڑیلوں کو تیرہ نصیب مریضوں کے سرہانے، دانت کچکچاتے اور انگلیاں چٹخاتے دیکھا ہے۔میں نے زندگی کی نعش کو گلتے سڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے گرد آلود پلکوں میں اٹکے ہوئے دھندلے آنسوؤں کو۔۔۔غریبوں کی روتی اور بلکتی ہوئی اولاد کو نہایت قریب سے دیکھا ہے جس کی دھجیوں سے بدبو آتی ہے"۔(2)

قاسمی کے افسانے دیہاتی زندگی کے ہر پہلو کو بے نقاب کرتے ہوئے صداقت پر مبنی تصویریں پیش کرتے ہیں۔غربت، بھوک، توہم پرستی، بیماری، ناخواندگی، بے روزگاری، نچلے طبقوں کا استحصال، امیروں کی عیاری، آسودہ اور باوسائل افراد کا جارحانہ اور جابرانہ رویہ اجڑے گھروں اور ان کے باسیوں کی مفلوک الحالی اور خانہ ویرانی یہ تمام مسائل سبھی دیہی باشندوں کے ہیں۔

قاسمی کا فطری میلان دیہی زندگی کی طرف زیادہ تھا۔انھوں نے دیہاتی بود و باش کو اپنی تحریروں میں پیش کر کے زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نقاب کشائی کی ہے قاسمی نے اپنے افسانوں میں مقامی طرز معاشرت کی عکاسی اتنے دلکش اور دلچسپ انداز سے کی ہے کہ مختلف ادبی نظریات سے تعلق رکھنے والے نقاد بھی ان کی تعریف و توصیف بیان کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ڈاکٹر سہیل احمد لکھتے ہیں:

"قاسمی صاحب کی ابتدائی کہانیاں اپنی ادبی زندگی کے آغاز میں ہمارے شعور میں روشنیاں سی بکھیرتی ہیں۔ دیہات کی پگڈنڈیوں، ٹیلوں پر چاند کا غبار، ریت اور بگولے، اونٹ اور ساربان، اس ماحول میں انسانی معاشرت کے تضادات، جوانی کے جذبے، محبتوں کے کھیل، پھر ان رومانی فضاؤں پر اچانک مایوسیوں کی یلغار، جنگ اور طبقاتی تضاد کے یہ تمام عناصر جناب قاسمی صاحب کی جذباتی اور شاعرانہ نثر میں ڈھل کر جی کو لبھاتے تھے۔ قاسمی صاحب کے ہاں دیہات کا صرف رومانی روپ نہیں تھا۔وہ اس فردوس میں جلتے ہوئے گھر دیکھتے تھے۔ان کی واقعیت نگاری اور قوت مشاہدہ اثر انگیز تھی۔انھوں نے پنجاب کے ایک خاص علاقائی ماحول کو زبان دی۔اس علاقے کے کرداروں کو اردو ادب کا حصہ بنایا۔پریم چند سے شروع ہونے والی دیہات نگاری کو نئی نہج پر ڈالا۔ان کی اس حیثیت سے میرے جیسے لوگوں کو بھی جن کی ترجیحات مختلف ہیں، انکار نہیں"۔(3)

احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں دیہی کرداروں کو خوب صورت صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے، جن میں زیادہ تر کرداروں کی غربت، دیہی زندگی، نچلے طبقے اور معاشرے کے پسے ہوئے طبقات اور ان کے معاشرتی مسائل کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ندیم کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنے افسانوں میں معاشرے کے نچلے، کمزور اور پسے ہوئے طبقے کے لوگوں کے مسائل اور دشواریوں کو باریک بینی سے دیکھا اور پرکھا۔ان کے افسانوی کرداروں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں غریب طبقہ کے لوگوں سے پیار اور ہمدردی کے جذبات موجود تھے جس کا اظہار انہوں نے اپنے افسانوی کرداروں میں خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ قاسمی کا یہ انداز انہیں

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

دوسرے افسانہ نگاروں پر فوقیت دیتا ہے۔احمد ندیم قاسمی نے ان کرداروں کے جذبات کو اتنی شدت سے بیان کیا ہے کہ یہ ہر کسی کے بس کا کام نہیں ہے ایسے کرداروں کی تخلیق صرف وہی فنکار کر سکتا ہے جب اس کے دل میں انسانیت کے لیے خصوصی ہمدردی کا جذبہ موجود ہو۔

افسانہ "سونے کا ہار" میں ایک کسان کا ذکر ہے جو اپنی عزت کی خاطر اپنی جائیداد کو داؤ پر لگا دیتا ہے اور بیٹی کے بیاہ پر اسے سونے کا ہار دینے کا خواہش مند ہے تا کہ برادری میں اس کی ساکھ برقرار رہے۔لیکن جب وہ ذیلدار کے ہاتھوں زمین فروخت کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور چودھری کے پاس جاتا ہے تو چودھری اسے زمین کی قیمت کیا دیتا ہے ملاحظہ ہو:

"’’چودھری نے زمین کی آدھی قیمت بتائی۔احمد علی نے اعتراض کیا تو وہ بولا۔’’تو پھر کہیں اور بیچ ڈالو،میری طرف سے تمہیں آزادی ہے،ذیلدار کے ہاں بیچ دو۔نقد روپے اور کون دے گا؟‘‘"(4)

احمد علی مجبور ہو کر زمین سستے داموں بیچ دیتا ہے اور سنار کی دکان کا رخ کرتا ہے تو سنار اور ذیلدار کے آپس میں ملاپ سے نقلی ہار احمد علی کو ڈھائی سو روپے پر دیتا ہے اور جب شادی کے دن لوگ جمع ہوتے ہیں تو سونے کے ہار کی تعریف کے دوران ذیلدار آتا ہے اور ہار کو مکاری کے ساتھ نقلی قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ :

’’ذیلدار ہار کو اپنی آنکھوں کے بہت قریب لے گیا،الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا اور بھرے مجمع میں بلند آواز سے بولا احمد علی یہ تو نقلی سونا ہے!‘‘(5)

اس افسانے میں چودھری،ذیلدار اور سنار جو کہ امیر طبقے کے نمائندہ کردار ہیں کہ کیسے غریب زمیندار کو لوٹنے اور پھر ان کو رسوا کرنے اور تمسخر اڑانے کا انداز نمایاں ہے۔احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کا موضوع دیہات کے رہنے والے محنتی،جفاکش اور وہ عام لوگ ہیں جنہیں اپنی محنت کا صلہ بہت کم ملتا ہے یہاں تک کہ ان کی زندگی بہت ہی کسمپرسی کی حالت میں گزرتی ہے۔بقول کرشن چندر:

"احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں پنجاب کے دیہاتوں کا مقامی رنگ ہے اور وہ بھی کوہستانِ نمک کے دیہاتوں کا مقامی رنگ لیے ہوئے ہے احمد ندیم قاسمی ان چند معدود ادیبوں میں سے ہے جو خود دیہاتی ہیں۔جن کی حساس افتاد طبع نے انہیں اپنے گرد و پیش کے حالات کا منظر غائر مطالعہ کرنے پر مجبور کیا ہے"۔(6)

دیہات کے عام لوگوں کے مسائل اور جذبات ہی ان کا اصل موضوع ہے۔ان کے افسانوں میں حقیقی زندگی کا عکس بھرپور انداز میں نمایاں ہے اس کے ساتھ ساتھ محبت جو ایک کائناتی جذبہ ہے وہ بھی ان کے ہاں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے۔گاؤں کی مخصوص ثقافت،اقدار،رسم و رواج اور انتقام سے ان کے افسانوں کا تار و پود تیار ہوتا ہے۔احمد ندیم قاسمی نے زندگی کے حقائق کو صدیوں کی معاشرت اور روایت کے پس منظر میں پیش کیا ہے۔سرمایہ دارانہ نظام کو شدید طنز کا نشانہ بنایا ہے۔جہاں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو رہا ہے۔محنت و مشقت کرنے والے کو دو وقت کی روٹی مشکل سے نصیب ہوتی ہے اور اس طبقے کا مکمل طور پر استحصال کیا جاتا ہے۔احمد ندیم قاسمی کے بعض کردار حالات کی ستم ظریفی کے باعث بہت ہی روح فرسا کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔افسانہ "الحمدللہ" کے مولوی ابل شادی سے پہلے بہت ٹھاٹ کی زندگی بسر کر رہا تھا۔لیکن شادی کے بعد مفلوک الحالی اور کثرت اولاد کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل نے انہیں سوکھے ٹکڑے کھانے پر مجبور کر دیا۔کیونکہ اب مسجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھنے کی بجائے گھٹنے لگی تو انہیں شدید مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

’’نمازیوں کی تعداد بڑھنے کے بجائے گھٹ رہی تھی اور ضروریات زندگی کی قیمتیں گھٹنے کی بجائے بڑھ رہی

> تھیں اور پھر اولاد بڑھ رہی تھی اور اولاد کے ساتھ مولوی ابل کے بالوں کی سفیدی بڑھ رہی تھی۔ ادھر مہرالنساء نے چودھویں سال میں قدم رکھا، ادھر مولوی ابل کی یہ حالت ہوگئی کہ رکوع میں گیا ہے تو اٹھنے کا نام نہیں لے رہا۔ سجدے میں پڑا ہے تو بس پڑا ہے۔"(7)

مولوی اُبل جو پہلے ہر وقت اللہ جل شانہ 'پر بھروسہ کرنے والا تھا۔ مفلسی کے پے درپے حملوں نے انہیں مایوس کر دیا تھا، اور ہر بار ان کی نظریں چودھری فتح داد پر مرکوز ہو جاتیں۔ چودھری ہر مشکل گھڑی میں ان کی مدد کرتا یہاں تک کہ بیٹی کے بیاہ میں بھی ان کی امداد ناقابل فراموش تھی۔

> "چودھری فتح داد بولا! اب جلدی سے شادی کی تاریخ بھی طے کر لیجئے شیمم احمد اچھا لڑکا ہے۔۔۔۔ شمیم احمد کو میں نے ہی آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ رسم و رواج کے مطابق اس کی ماں آپ کے گھر میں آتی مگر بڑھیا سٹھیا سی گئی ہے۔ کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف ہو تو سات پشتیں تو م ڈالتی ہے۔ کمبخت ابھی ابھی شمیم نے بتایا کہ آپ نے حامی بھر لی ہے۔ میں نے اُسے جلدی سے شادی کر لینے پر زور دیا تو بولا آپ ہی قبلہ مولوی صاحب سے تاریخ کا فیصلہ کرا دیجئے۔ سو میں اسی لیے حاضر ہوا تھا۔ آپ کل تک سوچ لیجئے اور یہ ۔۔۔یہ۔۔۔ چودھری فتح داد نے گرم چادر کے نیچے سے ایک پوٹلی سی نکالی۔۔۔۔ یہ میری بیٹی کو دے دیجئے گا۔۔۔ مولوی اُبل نے اندر آکر پوٹلی کھولی تو ایک ٹرے سے ریشمی رومال میں سو کے ایک نوٹ پر سونے کے دو جھمکے رکھے تھے، جن کی ٹرے سے بلبلے جتنی کٹوریوں میں جانے نگینے جڑے تھے یا مینا کاری کا کام تھا۔"(8)

لیکن جب چودھری فتح داد کی ریڑھ کی ہڈی میں پھوڑا نکلا اور ایک نائی نے اس کی نشتر زنی کی تو اس کے ساتھ اس کو سخت قسم کا بخار ہوا مولوی ابل ہر روز اس کی مزاج پرسی کے لیے جاتا اور اس کی صحت کے لیے دعا کرتا۔ پھر جب مہرالنسا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو مولوی کی بیوی نے کہا کہ کہیں سے دس روپے کا قرضہ مل جائے کہ بیٹی کے لیے کچھ خرید سکے لیکن مولوی نے کہا کہ کون عقل کا اندھا مجھے قرضہ دیگا۔ اور جب وہ باہر نکلتا ہے تو چند لمحوں کے بعد بھاگتا ہوا اندر آیا اور چلایا کہ پیسوں کا بندوبست ہو چکا ہے۔

> "اور مولوی اُبل اسی بجتے ہوئے لہجے میں چلایا۔ مبارک ہو عارف کی ماں! تم نواسے کے چولے کو رو رہی تھیں۔ اللہ جل شانہ نے چولے چنی اور ٹوپی تک کا انتظام فرما دیا۔ جنازے پر کچھ نہیں تو بیس روپے ضرور ملیں گے۔ ابھی کچھ دیر میں جنازہ اٹھے گا چودھری فتح داد مر گیا ہے! زیب النساء نے اس زور سے اپنی چھاتی پر دو ہتڑ مارا کہ بچے دہل کر رو دیئے۔ اور پھر ایک دم جیسے کسی نے مولوی اُبل کو گردن سے دبوچ لیا۔ اس کی اوپر اٹھی ہوئی پتلیاں بہت اوپر اٹھ گئیں۔ پھر ایک لمحے کے دردناک سناٹے کے بعد مولوی اُبل جو مرد کے چلا چلا کے رونے کو ناجائز اور خلاف شریعت قرار دیتا تھا۔ چلا چلا کر رونے لگا اور بچوں کی طرح پاؤں پٹختا ہوا ڈیوڑھی کے دروازے میں سے نکل کر باہر بھاگ گیا"(9)

مولوی اُبل اپنے معاشی حالات کی وجہ سے اس قدر بے حال تھا کہ اپنے محسن چودھری فتح داد جو ہر مشکل میں اس کی مدد کے لیے حاضر رہتا تھا۔ مولوی اُبل اُس کے جنازے کے پیسوں کا بے چینی سے منتظر تھا اور یہ بھول گیا تھا کہ یہ وہی میرا محسن ہے جو ہر تکلیف کے وقت میری مدد کے لیے پہنچتا تھا جب اس کی بیوی رونے لگتی ہے تب اس کو احساس ہوتا ہے کہ چودھری فتح داد جو میرا محسن تھا ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

اسی طرح رئیس خانہ کے فضلو کے کردار کو بھی احسن انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کو حالات نے اس قدر مجبور کیا ہے کہ چند پیسوں کے عوض وہ بہت ہی گھناؤنا کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے وہ صاحب جو سکیسر پر چھٹیاں گزارنے آیا ہے اس کے لئے اسکیسر بھر سے عورتیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتا ہے اور جب اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ عورتوں کو چھوتا تک نہیں بس سامنے بٹھائے رکھتا ہے تو اس کا جی بھی للچایا اور اپنی بیوی مریاں کو مجبور کرنے لگا کہ صاحب کچھ بھی نہیں کہتا تو صرف اس کے سامنے بیٹھے میں کیا حرج ہے۔ مریاں پہلے تو منع کرتی ہے لیکن جب وہ مسلسل بضد ہوتا ہے تو یہ اس کی باتوں میں آجاتی ہے اور صاحب اسی لمحے کے انتظار میں تھا کیونکہ اس نے پچھلے سال مریاں کو دیکھا تھا اور اب بھی وہ اسی کے لیے یہاں ٹھہرا تھا۔ مریاں چیخ چیخ کر بول رہی تھی:

> "تم نے کہا تھا کہ وہ مجھے چھوئے گا ہی نہیں اور اس نے تو مجھے کاٹ کاٹ لیا ہے وہ تو پچھلے ساون میں بھی میرے ہی لیے یہاں رکا رہا اس نے تو پہلے ہی دن یہاں صحن میں مجھے دوربین سے دیکھ لیا تھا وہ تو اب کے بھی میرے ہی لیے آیا تھا، سن رہے ہو؟ سن رہے ہو حرام زادے بھاگے کہاں جا رہے ہو؟" (10)

فضلو جس کے وہم و گمان میں ہی نہیں تھا کہ اُسے یہ دن دیکھنا پڑے گا شدید صدمے سے بے حال تھا صاحب جا چکا تھا فضلو نے سو کا نوٹ جو اس کی بند مٹھی میں تھا چراغ کی لو سے جلایا اور انتہائی کرب کے انداز میں گویا ہوا کہ مجھے میری غریبی دھوکہ دے گئی۔ نوٹ جل کر راکھ ہو چکا تھا اور ساتھ ہی فضلو عزت بھی راکھ کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ قاسمی کے افسانوں میں دیہی کرداروں کی اقسام متنوع ہیں۔ کسان، مزدور، زمیندار، نیم خواندہ مولوی، مخلص مائیں، صابر بہنیں، معصوم بچے، سب اپنی اپنی زندگی کی کشمکش میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ان کرداروں کی تشکیل میں قاسمی نے نہ صرف ظاہری کیفیات کا خیال رکھا بلکہ ان کی باطنی نفسیات کو بھی اس قدر مہارت سے پیش کیا کہ وہ کردار قاری کے دل میں گھر کر لیتے ہیں۔

افسانہ گنڈاسا میں بھی گاؤں کی مخصوص ثقافت اور زندگی گزارنے کے اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ جہاں پر قتل کا بدلہ صرف قتل ہی نہیں بلکہ پوری زندگی کی دشمنی ہے جس کی بھینٹ لاتعداد افراد چڑھتے ہیں اور پھر بھی انتقام کی آگ بجھنے کے بجائے اور تیزی سے بھڑکتی ہے۔ مولا جس نے اپنے باپ کے قاتل اور اس کے بیٹے کو ختم کر دیا لیکن چونکہ اس کا کوئی چشم دید گواہ نہیں تھا اس لیے اسے رہائی حاصل ہوئی۔ گھر لوٹتے ہی اس کی ماں اس کا استقبال کچھ اس انداز میں کرتی ہے:

> "اور جب آنگن میں قدم رکھا تو اس کی ماں بھاگی ہوئی آئی، اس کے ماتھے پر ایک طویل بوسہ دیا اور بولی "ابھی دو اور باقی ہیں میرے لال رنگے کا کوئی نام لیوا نہ رہے تو جبھی بتیس دھاریں بخشوں گی۔" (11)

اور یہی وجہ ہے کہ دشمنی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس میں مولا کی اپنی زندگی کہیں کھو جاتی ہے اور وہ پورے گاؤں میں دہشت کی علامت بن جاتا ہے جس گلی میں مولا بیٹھ جائے وہاں سے لوگ گزرنا چھوڑ دیتے۔

> "ایک بار کسی اجنبی نوجوان کا اس گلی میں سے گزر ہوا۔ مولا اس وقت ایک دیوار سے لگا لٹھ سے دوسری دیوار کریدے جا رہا تھا۔ اجنبی آیا اور لٹھ پر سے الانگ گیا۔ ایکا ایکی مولا نے پھر کر ٹیک میں سے گنڈاسا نکالا اور لٹھ پر چڑھا کر بولا "ٹھہر جاؤ چھوکرے، جانتے ہو تم نے کس کی لٹھ الانگی ہے؟ یہ مولا کی لٹھ ہے۔ مولے گنڈاسے والے کی۔ نوجوان مولا کا نام سنتے ہی یک لخت زرد پڑ گیا اور ہولے سے بولا "مجھے پتہ نہیں تھا مولے۔" (12)

مولا اپنی اس زندگی سے اکتا جاتا ہے جس میں دوست اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور وہ کسی کے احسان کو اب گوارا نہیں کرتا تنہائی اور لاچارگی نے اسے بے بس کر دیا ہے اور جب گلا اسے تھپڑ مارتا ہے تو قتل کی طاقت رکھنے کے باوجود وہ اسے چھوڑ دیتا ہے ماں اسے بہت ملامت کرتی ہے لیکن اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو رواں ہوتے جس پر اس کی ماں حیرت سے پوچھتی ہے کہ تو رو رہا ہے اور مولا ایک معصوم بچے کی طرح ہولے سے بول اٹھتا ہے:

"تو کیا اب رووں بھی نہیں"۔(13)

سماجی حقیقت نگاری، غریبوں کے مسائل اور مشکلات، ظلم و ناانصافی، احساس ذلت، عزت نفس کو بری طرح جھنجھوڑنا اور مجروح کرنا جاگیردار اور باوسائل طبقے کا ظلم و جبر وغیرہ قاسمی کے افسانوں میں جا بجا موجود ہے۔ قاسمی نے طبقاتی تضاد کو حقیقی رنگ میں ابھارا ہے۔ جہاں زمیندار بلند و بااثر ہے وہیں مزارع کو کیڑوں اور مکوڑوں اور جانوروں کی طرح مسلا جاتا ہے اور معاشرے میں اس کو کوئی حیثیت نہیں دی جاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر انور سدید:

"زمیندار جب ظلم کرتا ہے تو اس کی غصیلی آواز ہفت آسمان تک جاتی ہے اور مزارع جب ظلم سہتا ہے تو اس کی صدائے درد سے بھی آسمان پھٹنے لگتا ہے۔'(14)

اسی طرح افسانہ "بے گناہ" کا رحمان یتیم اور مسکین بے روزگار نوجوان تھا۔ جیسے ہی شفقت پدری سے محروم ہوا۔ ذیل دار کے ظلم و ستم نے مرتے دم تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ غریب اور مفلوک الحال رحمو دو وقت کی روٹی بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ وہ زمین کا لگان کس طرح ادا کر سکتا تھا۔ ذیل دار رحمو کے گھر آ کر کہتا ہے:

"میں تم جیسے بھکاریوں کے کان کھینچ لیا کرتا ہوں۔ پانچ روپے ابھی ابھی پیدا کرو ورنہ میں گاؤں کے سارے چوکیداروں کو بلوا کر تمھارا بھرکس نکلوا دوں گا"۔(15)

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں دیہی کرداروں کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ جہاں پر طبقاتی تقسیم کی وجہ سے کمزور طبقے کا استحصال کیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے ساتھ کی گئی ناانصافی کے لیے آواز بلند نہیں کر سکتے ایسے کردار جو معاشرے میں اپنی عزت برقرار رکھنے کے لیے اور انتقام کے نام پر نہ ختم ہونے والی دشمنی میں کود پڑتے ہیں اور پھر نسل در نسل یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ قاسمی کے افسانوں میں عورت کے کردار کو واضح طور پر جبر و استحصال کا شکار دکھایا گیا ہے چاہے وہ رئیس خانہ کی مریاں ہو، فیشن کی حلیمہ ہو، لارنس آف تھیلیبیا کی رنگی ہو یا آتش گل کی گلابو ہو سب حالات کے ہاتھوں مجبور کردار ہیں۔ لیکن ان کے کردار ایسے جیتے جاگتے کردار ہیں کہ جس کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ کردار ہمارے اپنے معاشرے کے کردار ہیں۔

اگرچہ منافقت کے حوالے سے مختلف کرداروں پر لکھے گئے ندیم کے افسانوں کے بنیادی موضوعات وہ معاشرتی قدغنیں ہیں معاشی ناہمواریاں ہیں جو ہماری زندگی میں قدم قدم پر موجود ہیں اور بھیس بدل بدل کر ہمارا استحصال کرتی ہیں انھی کی وجہ سے ظلم و انتقام کی بے شمار شکلیں ہمارے سامنے آتی ہیں اور سیاست و مذہب کے ٹھیکیدار اپنے مفادات کی بقا کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر ان فاصلوں کو ہوا دیتے رہتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں زمین اور انسان سے ان کی بے پایاں محبت اور بھی کھل کر سامنے آتی ہے۔ ان کا تخیل پنجاب کی فضاؤں میں چپے چپے سے روشناس ہے اور اس نے لہلہاتے کھیتوں، گنگناتے دریاؤں اور دھوپ میں جھلستے ہوئے ریت کے ذروں کو ایک نئی زبان دی ہے، نئی معنویت عطا کی ہے۔ پنجاب کی رومانی فضاء اور وہاں کے لوگوں کی معصومیت و زندہ دلی، جرات و جفاکشی اور خدمت و ایثار کی تصویریں ان کے افسانوں میں آخر لازوال ہو گئی ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں حالات کی ستم ظریفی معاشی جبر، ظلم و ستم، سماجی قوانین اور ناانصافیوں پر مبنی نظام حقیقت کو پیش کیا۔ وہ انسان کی تذلیل و تحقیر کے سامنے خاموش تماشائی بن کر نہیں رہنا چاہتے تھے۔ وہ افلاس زدہ بستیوں اور گھرانوں سے پر زور متعارف کراتے رہے جو انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں سسک سسک کر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان مظلوموں کی حمایت میں وہ ہر وقت کھڑے نظر آئے۔

مجموعی طور پر، احمد ندیم قاسمی کا افسانوی ادب دیہی زندگی کی مکمل تصویر ہے۔ اس میں صرف گاؤں نہیں بلکہ ایک تہذیب ہے، صرف کردار نہیں بلکہ ایک انسانی تاریخ ہے۔ ان کا فن محض جمالیاتی نہیں بلکہ فکری بھی ہے، جس میں انسان دوستی، طبقاتی شعور اور دیہی معاشرت کا گہرا شعور موجود ہے۔ ان کے افسانے آج بھی اپنی

صداقت، سادگی، اور فکری وسعت کے سبب اردو ادب میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ قاسمی کے دیہی کردار نہ صرف اردو ادب کے قاری کو متاثر کرتے ہیں بلکہ وہ ہمارے سماجی شعور میں بھی ایک زندہ حوالہ بن کر قائم رہتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ وقار عظیم، نیا افسانہ، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1982ء، ص172
2۔ احمد ندیم قاسمی، دیباچہ، مشمولہ طلوع و غروب، ص12
3۔ احمد ندیم قاسمی کی افسانہ نگاری از غلام حسین درک، مقالہ، ایم، اے اردو، مملوکہ، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور1988، ص287
4۔ احمد ندیم قاسمی، سیلاب و گرداب، لاہور: گلوب پبلشرز، 1961ء، ص128
5۔ احمد ندیم قاسمی، سیلاب و گرداب، ص130
6۔ کرشن چندر، دیباچہ، مشمولہ، بگولے از احمد ندیم قاسمی، لاہور: مکتبہ اردو، 1941ء، ص13
7۔ احمد ندیم قاسمی، سناٹا، لاہور: نیا ادارہ، 1952ء، ص112
8۔ احمد ندیم قاسمی، سناٹا، ص122
9۔ ایضاً، ص136
10۔ ایضاً، ص73
8۔ احمد ندیم قاسمی، کپاس کا پھول، لاہور: مکتبہ فنون، 1973ء، ص48
9۔ احمد ندیم قاسمی، کپاس کا پھول، ص50
10۔ ایضاً، ص50
11۔ احمد ندیم قاسمی، سناٹا، لاہور: نیا ادارہ، 1952ء، ص16
12۔ احمد ندیم قاسمی، سناٹا، ص129
13۔ ایضاً، ص181
14۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو افسانے میں دیہات کی پیشکش، الہ آباد: اردو رائٹرز گلڈ، 1997ء، ص65
15۔ احمد ندیم قاسمی، چوپال، ص19